



نسبت کا مقام

الْحَمْدُ لِلَّهِ وَكَفَى وَ سَلَّمَ عَلَى عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَى أَمَا
 بَعْدُ! فَأَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ۝ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ
 الرَّحِيمِ ۝ أَقَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْهِ وَ جَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي
 بِهِ فِي النَّاسِ وَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ النُّورُ إِذَا دَخَلَ
 الصَّدْرَ انْفَتَحَ ۝ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ ۝ وَ
 سَلَّمَ عَلَى الْمُرْسَلِينَ ۝ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝

اعمال کی دو قسمیں :

اعمال کی دو قسمیں ہیں، اعمال صالحہ اور اعمال سیئہ۔ اعمال صالحہ نیک کاموں کو کہتے ہیں اور اعمال سیئہ گناہوں کو کہتے ہیں۔ جو کام اللہ رب العزت کے حکم کے مطابق ہو اور نبی اکرم ﷺ کی سنت کی مطابق ہو وہ اعمال صالحہ میں شامل ہے اور جو کچھ اس کے علاوہ ہو وہ اعمال سیئہ میں شامل ہے۔

باطن پر اعمال کے اثرات :

انسان کے باطن پر اعمال کے اثرات پڑتے ہیں۔ ایک مرتبہ ایک صحابی نماز میں آکر شریک ہوئے مگر وضو کرنے میں کوئی کمی رہ گئی تھی۔ نبی اکرم ﷺ نے سلام

پھیر کر ارشاد فرمایا، کون ہے جس کی وجہ سے ہماری نماز کے اندر اثر ہوا؟ محدثین نے یہاں سے نتیجہ نکالا کہ وضو میں کمی رہ جانا ایک ظاہری عمل تھا مگر اس کا بھی باطن پر اثر ہو گیا۔ اگر ساتھ والے کے عمل کا انسان کے باطن پر اتنا اثر ہوتا ہے۔ تو اگر انسان کا اپنا عمل خراب ہو گا تو پھر اس کے باطن پر کتنا بڑا اثر ہو گا.....!!!

گناہوں کی وجہ سے دل کا سیاہ ہو جانا:

حدیث پاک میں آیا ہے کہ جب بھی انسان کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر سیاہ داغ لگ جاتا ہے۔ اگر سچی توبہ کر لے تو مٹ جاتا ہے۔ اگر توبہ نہ کرے اور دوسرا گناہ کر لے تو دوسرا داغ لگ جاتا ہے۔ اگر بالکل توبہ نہ کرے تو یہ سیاہی گناہوں کے ساتھ ساتھ اتنی بڑھتی چلی جاتی ہے کہ اس انسان کا دل سیاہ ہو جاتا ہے۔ اس کو ”رین قلب“ کہتے ہیں۔ یعنی دل کا زنگ، دل کی سیاہی۔ قرآن پاک سے اس کی دلیل ملتی ہے۔ ارشاد خداوندی ہے، كَلَّا بَلْ سَكَتَ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ مَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ کیوں نہیں، انکی بد اعمالیوں کی وجہ سے ان کے دل پر زنگ لگا دیا گیا ہے۔ استغفار کی کثرت سے یہ سیاہی دھل جاتی ہے جبکہ غفلت اور گناہوں سے یہ سیاہی بڑھتی چلی جاتی ہے۔ جس انسان نے کلمہ نہیں پڑھا اس کا دل بالکل سیاہ ہوتا ہے۔ اور جس نے کلمہ پڑھ لیا اس کا دل نور ایمان سے لبریز ہو جاتا ہے۔

کفر اور ایمان اللہ تعالیٰ کی نظر میں:

اللہ رب العزت کو کفر اور کافر سے ذاتی عداوت ہے جبکہ ایمان اور مومن بدموں سے اللہ تعالیٰ کو محبت ہے۔ اسی لئے ارشاد فرمایا، اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اللّٰهُ تعالیٰ دوست ہے ایمان والوں کا۔ آداب شاہانہ تو یہی تھے کہ یوں فرمایا جاتا کہ

ایمان والے ہمارے دوست ہیں۔ مگر اس نسبت کو اپنی طرف پسند فرمایا۔ سبحان اللہ، بدوں پر اتنے مہربان، اتنے کریم اور اتنے رحیم کہ نسبت اپنی طرف فرمائی۔ اس نسبت کی اللہ رب العزت کے ہاں بڑی قیمت ہے۔
دو طرح کی مخلوق :

اللہ تعالیٰ کے ہاں مخلوق دو طرح کی ہے۔ هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَهَذِهِ ذَاتُ جَسَدٍ نَفْسٍ فِيهَا نَفْسٌ مِمَّنْ كَفَرُوا وَهِيَ كَافِرَةٌ وَفِيهَا كُفْرٌ كَبِيرٌ۔ تمہیں پیدا کیا، فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَ مِنْكُمْ مُؤْمِنٌ تم میں سے کافر بھی ہیں اور تم میں سے ایمان والے بھی ہیں۔ گویا اس اعتبار سے بدوں کی تقسیم دو طرح سے ہے۔ کفار کے دلوں پر ظلمت کا یہ عالم ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں ان کے لئے ایک عجیب مثال بیان فرمائی گئی: فِي بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشَاهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهِ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهِ سَحَابٌ سَمَدٌ میں جب تلاطم آتا ہے تو لہروں پر لہریں پڑ رہی ہوتی ہیں۔ اگر اس وقت آسمان پر بادل بھی ہوں تو سمندر کی تہ میں اتنا اندھیرا ہوتا ہے کہ آدمی کو اپنا ہاتھ بھی دکھائی نہیں دیتا۔ قرآن نے کفار کے دلوں کی کیفیت بیان کرتے ہوئے یہی کہا کہ ان کی مثال ایسے ہے جیسے سمندر میں لہروں کے اوپر لہریں آرہی ہوں، آسمان کے اوپر بادل ہوں پھر نیچے اگر کوئی اپنا ہاتھ نکالے لَمْ يَكْدِرْهَا وَهِيَ كَبْهِيرٌ اس کو دیکھ نہیں پاتا۔ کس لئے؟ وَ مَنْ لَمْ يَجْعَلِ اللَّهُ لَهُ نُورًا فَمَا لَهُ مِنْ نُّورٍ جس کے لئے اللہ تعالیٰ کوئی نور ہی نہ بنائے پھر اس کے لئے نور نہیں ہوتا۔

نسبت کی لاج :

محترم جماعت! اگر اللہ تعالیٰ اتنی بات ہی فرمادیتے کہ اللہ تعالیٰ دوست ہے ایمان والوں کا، تو بات اپنے معانی کے اعتبار سے مکمل ہو جاتی۔ مگر ایک بات اور آگے

فرمادی جس نے مسئلہ کو بالکل واضح کر دیا۔ فرمایا يُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ اللّٰهُ تَعَالَىٰ ان کو اندھیروں سے روشنی کی طرف نکال کر لے جاتا ہے۔ چونکہ اللہ رب العزت مومن کا اندھیرے میں رہنا پسند نہیں فرماتے۔ اس لئے قرآن مجید میں فرمایا اَلرَّ كِتَابٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ يَهْدِي لِمَنْ يَشَاءُ مِنَ الرِّسَالِ لَعَلَّ يَتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِي هُوَ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ اَنْفُسِهِمْ اِنَّ اللّٰهَ لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ۔ اس لئے قرآن مجید نے آپ پر نازل کی۔ لِيُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّورِ اِنَّ اللّٰهَ لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ۔ تاکہ آپ نکالیں انسانوں کو مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّورِ اندھیروں سے روشنی کی طرف۔ گویا قرآن مجید اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جانے والی کتاب ہے۔ اللہ رب العزت جن بندوں سے محبت فرماتے ہیں ان کو اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لے جاتے ہیں اور یہ روشنی ایمان والوں کو نصیب ہوتی ہے۔ کلمہ پڑھنے سے بندے کو اللہ رب العزت کے ساتھ ایک نسبت ہو جاتی ہے۔

عبرتناک واقعہ :

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی میرے کسی تعلق والے کا قریبی عزیز تھا۔ وہ بیمار ہو گیا۔ قریب تھا کہ اسے موت آجائے۔ وہ تعلق والا بندہ میرے پاس آیا اور اس نے بڑی منت سماجت کی کہ حضرت! آخری وقت ہے، تشریف لائیں اور کچھ توجہات فرمائیں۔ اس کی آخرت اچھی بن جائے گی۔ فرماتے ہیں کہ میں وہاں گیا۔ میں نے بہت دیر تک توجہ دی مگر میں نے دیکھا کہ اس کے دل کی ظلمت پر کوئی فرق نہ پڑا۔ میں بڑا حیران ہوا کہ ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔ پہلے تو جب بھی اللہ تعالیٰ کی مدد سے متوجہ ہوا، رب کی رحمت نے یاوری فرمائی اور سالکین کے دلوں کی ظلمتوں کو دور کر دیا۔ یہ عجیب معاملہ تھا کہ اتنی توجہ بھی کی مگر اس کے دل پر ذرہ برابر بھی اثر نہ ہوا۔ بے اختیار اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوا تو دل میں القاء

فرمایا گیا کہ آپ کی توجہ سے یہ ظلمت دور نہیں ہوگی، اس لئے کہ اس آدمی کے کفار کے ساتھ محبت کے تعلقات ہیں۔ کافروں سے محبت رکھنے کی وجہ سے دل پر ایسی ظلمت آئی جو وقت کے مجدد کی توجہات سے بھی دور نہ ہو سکی۔

عقائد کا فساد :

حضرت خواجہ فضل علی قریشیؒ کے خلفاء میں سے حضرت خواجہ احمد سعیدؒ احمد پور شرقیہ میں رہتے تھے۔ وہ اپنے حالات زندگی میں خود فرماتے ہیں کہ میں بسا اوقات سالکین کے دل پر توجہ کرتا ہوں تو اس کے اثرات محسوس ہوتے ہیں مگر کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ جن کے دلوں سے وہ فیض نکل کر واپس آجاتا اور مجھے اس میں سے آواز آتی ہے کہ ہمارے لئے اس دل میں کوئی جگہ نہیں ہے۔ فرمایا جب میں نے تحقیق کی تو مجھے پتہ چلا کہ وہ آدمی عقائد کے فساد میں مبتلا ہیں۔

حضرت یوسفؑ کے نزدیک نسبت کا مقام :

جس کو کسی سے نسبت ہو جاتی ہے وہ اس نسبت کی لاج رکھا کرتا ہے۔ ایک مرتبہ حضرت یوسفؑ کے پاس قحط کے زمانے میں ایک لڑکا غلہ لینے کے لئے آیا۔ آپ نے اسے کچھ غلہ دے دیا۔ اس کے بعد اس نے آپ کو کوئی بات بتائی تو آپ اتنے خوش ہوئے کہ اس کو اور زیادہ غلہ دیا، اور انعامات و اعزازات کے ساتھ رخصت کیا۔ اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی۔ اے میرے پیارے پیغمبر! آپ نے اس لڑکے کا اتنا زیادہ اکرام کیوں کیا؟ عرض کیا، رب کریم! میں نے تو ابتداء میں اس کو وہ حصہ دیا جو بنتا تھا لیکن اس نے مجھے بتایا کہ میں وہ لڑکا ہوں جس نے چھن میں آپ کی پاکدامنی کی گواہی دی تھی۔ اس بات کو سن کر میرے دل میں محبت تڑپ اٹھی کہ یہ وہ لڑکا ہے

جس نے چھن میں میری پاکدامنی کی گواہی دی تھی۔ آج یہ بے حال ہو کر میرے پاس کچھ لینے کیلئے آیا ہے، میں کیوں نہ اس گواہی کی وجہ سے اس کا اکرام کروں۔ اس لئے اے اللہ! میں نے اس کا اکرام کیا، میں نے اسے وہ کچھ دیا جو میرے اختیار میں تھا۔ رب کریم نے وحی نازل فرمائی، اے میرے پیغمبر! جس نے آپ کی پاکدامنی کی گواہی دی آپ نے اس کو اتنا کچھ دیا جو آپ دے سکتے تھے، آپ نے وہ کچھ کیا جو آپ کی شان کے مطابق تھا۔ یاد رکھئے! جو بندہ دنیا میں میری الوہیت کی گواہی دے گا، میری ربوبیت کی گواہی دے گا، جب وہ میرا بندہ قیامت کے دن میرے سامنے آئے گا تو میں پروردگار بھی وہ کچھ دوں گا جو میری شان کے مطابق ہوگا۔ سبحان اللہ

بہدی اور بندے کی معافی :

ایک آدمی کی بیوی سے کوئی غلطی ہو گئی۔ نقصان کر بیٹھی۔ اگر وہ چاہتا تو اسے سزا دے سکتا تھا، اگر وہ چاہتا تو اسے طلاق دے کر گھر بھیج سکتا تھا کیونکہ وہ حق بجانب تھا۔ تاہم اس آدمی نے یہ سوچا کہ میری بیوی نقصان تو کر بیٹھی ہے، چلو میں اس اللہ کی بہدی کو معاف کر دیتا ہوں۔ کچھ عرصہ کے بعد اس شخص کی وفات ہو گئی۔ کسی کو خواب میں نظر آیا۔ خواب دیکھنے والے نے پوچھا کہ سناؤ آگے کیا معاملہ بنا؟ کہنے لگا کہ اللہ رب العزت نے میرے اوپر مہربانی فرمادی۔ اس نے پوچھا، وہ کیسے؟ کہنے لگا کہ ایک مرتبہ میری بیوی غلطی کر بیٹھی تھی۔ میں چاہتا تو سزا دے سکتا تھا مگر میں نے اس کو اللہ کی بہدی سمجھ کر معاف کر دیا۔ پروردگار عالم نے فرمایا کہ تو نے اسے میری بہدی سمجھ کر معاف کر دیا، جا میں تجھے اپنا بندہ سمجھ کر معاف کر دیتا ہوں۔

نسبت کی قدر و قیمت

ایمان والوں کو اللہ رب العزت سے ایک نسبت ہے۔ اور اس نسبت کی قدر و قیمت اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت زیادہ ہے۔ ہم دے تو سب ہی اللہ کے ہیں لیکن جس نے کلمہ پڑھ لیا وہ ہمہ اللہ رب العزت کے ساتھ ایمان کی نسبت سے جڑ گیا۔

نسبت کی وجہ سے رتبے میں فرق :

ایک بھٹے میں دو اینٹیں پکیں جو کسی آدمی نے خریدیں۔ ایک کو مسجد کے صحن میں اس نے لگا دیا اور دوسری کو اس نے بیت الخلاء میں لگا دیا۔ اینٹیں ایک جیسی، بنانے والا ایک آدمی، قیمت بھی ایک جیسی، لگانے والا بھی ایک آدمی۔ لیکن ایک کو نسبت مسجد سے ہو گئی اور ایک کو نسبت بیت الخلاء سے ہو گئی۔ جس کی نسبت بیت الخلاء سے ہوئی، وہاں ہم ننگا پاؤں بھی رکھنا پسند نہیں کرتے اور جس کی نسبت بیت اللہ (مسجد) سے ہوئی وہاں ہم اپنی پیشانیاں ٹیکتے پھرتے ہیں۔ دونوں کے رتبے میں فرق کیوں ہوا؟ چیز ایک تھی، قیمت ایک جیسی تھی اور ایک ہی طریقے سے لگی تھیں مگر نسبت نے دونوں میں فرق پیدا کر دیا۔

قرآن مجید کے گتے کا رتبہ :

فقہاء نے مسئلہ لکھا ہے کہ اگر آپ قرآن مجید پر ایک گتہ جوڑ دیں حتیٰ کہ وہ اس کا جزو بن جائے تو اب جس طرح لکھے ہوئے کاغذ کو آپ بے وضو نہیں چھو سکتے اسی طرح اس گتے کو بھی بے وضو ہاتھ نہیں لگا سکتے۔ کوئی آدمی اگر یہ کہے کہ گتے پر قرآن مجید نہیں لکھا ہوا، گتہ اور چیز ہے اور جن کاغذوں پر قرآن لکھا ہوا وہ اور چیز ہے تو فقہاء اس کا جواب دیں گے کہ گتہ تو واقعی غیر چیز تھی، جنس غیر تھی مگر سلائی کے

ذریعے سے قرآن کے ساتھ یہ جڑ گیا، لہذا اس یک جان ہونے کی نسبت کے صدقے اللہ تعالیٰ نے گتے کو بھی وہ مقام دے دیا کہ اب ہم اس گتے کو بھی بے وضو ہاتھ نہیں لگا سکتے۔

سیدنا عیسیٰ کی اپنی قوم سے محبت :

سیدنا عیسیٰ اللہ رب العزت کے جلیل القدر پیغمبر ہیں۔ روز محشر جب آپ کی قوم کی باری آئے گی تو اللہ رب العزت فرمائیں گے کہ یہ نصرانی تو کہتے ہیں کہ ہمیں ہمارے پیغمبر نے کہا اَتَّخِذُونِي وَ اُمِّي الْهَيْنِ مِنْ دُونِ اللّٰهِ کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے ساتھ شریک بنا لو، معبود بنا لو۔ تو حضرت عیسیٰؑ سچ بیان فرمائیں گے کہ اے اللہ! میں نے تو ان کو یہ نہیں کہا تھا۔ اور پھر عجیب بات کہیں گے کہ اے اللہ! اِنْ تُعَذِّبْنَهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ اَگر تو ان کو عذاب دے تو وہ تیرے ہی بندے ہیں۔ سبحان اللہ! یہاں یہ نہیں کہا کہ اے اللہ! اگر آپ ان کو عذاب دیں تو یہ جھوٹے ہیں۔ اس لئے کہ امت تو اپنی تھی۔ اگرچہ گنہگار نکلی، خطاکار نکلی مگر پھر بھی اپنے ہونے کی وجہ سے اتنا خیال رکھیں گے اور آگے کہیں گے وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ اَور اے اللہ اگر تو ان کی مغفرت کر دے، تو یہ نہ کہیں گے کہ بندے تیرے ہی ہیں بلکہ فرمائیں گے کہ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ اے اللہ! تو مغفرت کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

حضرت علیؑ کا اگر انقدر ملفوظ :

اللہ رب العزت کو ایمان والی نسبت بہت محبوب ہے۔ اسی لئے سیدنا علی کرم اللہ وجہہ فرمایا کرتے تھے کہ اے اللہ! میرے لئے یہی عزت کافی ہے کہ تو میرا پروردگار ہے اور میرے لئے یہی فخر کافی ہے کہ میں تیرا بندہ ہوں۔ سبحان اللہ! کتنی

سادہ سی بات ہے لیکن کتنی محبت بھری بات ہے۔

ایمان والوں سے اللہ تعالیٰ کا سودا:

ایمان والوں کو کلمے کی بدولت ایسا مقام ملا کہ پروردگار عالم فرماتے ہیں، إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ لَهُمُ الْجَنَّةَ اللَّهُ تَعَالَى نے ایمان والوں سے ان کی جانوں اور مالوں کو جنت کے بدلے خرید لیا۔ سبحان اللہ، خود ہی اس کی خریداری کا اعلان فرمادیا۔ بدہ تو کلمہ پڑھ کر ایمان والوں کی فرست میں شامل ہو اور اگلا معاملہ اللہ نے خود طے فرمادیا۔ اس پر کسی نے کیا خوب کہا:

جب تک بے نہ تھے کوئی پوچھتا نہ تھا

تم نے خرید کر ہمیں انمول کر دیا

پنجابی میں کسی بزرگ نے کیا ہی اچھی بات کہی، فرمایا:

وکافی ہاں میڈے نام پچھوں نہیں تے کون کمینی نوں جاندا ہائی

میڈے گل پٹہ میڈے نام والا میڈے نام کوں جگ سجاندا ہائی

اس لئے اللہ والے اپنے گلے میں اللہ تعالیٰ کے نام کا پٹہ ڈال لیتے ہیں اور اللہ

رب العزت ان کو پوری دنیا میں عزتیں دے دیتے ہیں۔

سب سے بہترین زمانہ:

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا، خَيْرُ الْقُرُونِ قَرْنِي سب سے بہتر میرا زمانہ

ہے، پھر کون لوگ؟ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ پھر وہ جو ان سے ملے ہوئے ہیں۔ ثُمَّ

الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ان کے بعد پھر وہ جو ان سے ملے ہوئے ہیں۔ تو نبی علیہ السلام کے

زمانے کو اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ کے ساتھ ایک نسبت ہے۔ وہ ایسا زمانہ ہے کہ

بعض مفسرین کے نزدیک وَالْعَصْرُ کہہ کر اللہ رب العزت نے اپنے محبوب ﷺ کے اس دور کی قسم کھائی۔ نبی اکرم ﷺ کی عمر کی قسم کھائی لَعَمْرُكَ اے محبوب ﷺ! مجھے قسم ہے آپ کی عمر کی۔ لَأُقْسِمُ بِهَذَا الْبَلَدِ مجھے قسم ہے اس شر کی وَأَنْتَ حِلٌّ بِهَذَا الْبَلَدِ اور میرے محبوب! آپ اس شر میں اپنی زندگی گزارتے ہیں۔ یہ قسمیں کھانے کی وجہ یہ تھی کہ ان چیزوں کو اللہ کے محبوب ﷺ سے ایک نسبت ہو گئی تھی۔ سبحان اللہ

حکیم ترمذی کا سبق آموز واقعہ :

حکیم ترمذیؒ کو اللہ تعالیٰ نے دین کا بھی حکیم بنایا تھا اور دنیا کی بھی حکمت دی تھی۔ ترمذ کے رہنے والے تھے۔ اس وقت دریا آمو کے بالکل کنارے پر ان کا مزار ہے۔ اس عاجز کو ان کے مزار پر حاضری کا شرف نصیب ہو چکا ہے۔ آپ وقت کے ایک بہت بڑے محدث بھی تھے اور طبیب بھی۔ اللہ رب العزت نے آپ کو حسن و جمال اتنا دیا تھا کہ دیکھ کر دل فریفتہ ہو جاتا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو باطنی حسن و جمال بھی عطا کیا ہوا تھا۔ اللہ رب العزت نے ان کو اپنے علاقے میں قبولیت عامہ تامہ عطا کر رکھی تھی۔

آپ عین جوانی کے وقت ایک دن اپنے مطب میں بیٹھے تھے کہ ایک عورت آئی اور اس نے اپنا چہرہ کھول دیا۔ وہ بڑی حسینہ جمیلہ تھی۔ کہنے لگی کہ میں آپ پر فریفتہ ہوں، بڑی مدت سے موقعہ کی تلاش میں تھی، آج تنہائی ملی ہے آپ میری خواہش پوری کریں۔ آپ کے دل پر خوف خدا غالب ہوا تو رو پڑے۔ آپ اس انداز سے روئے کہ وہ عورت نادم ہو کر واپس چلی گئی۔ وقت گزر گیا اور آپ اس بات کو بھول ہی گئے۔

جب آپ کے بال سفید ہو گئے اور کام بھی چھوڑ دیا تو ایک مرتبہ آپ مصلے پر بیٹھے تھے۔ ایسے ہی آپ کے دل میں خیال آیا کہ فلاں وقت جوانی میں ایک عورت نے اپنی خواہش کا اظہار کیا تھا۔ اس وقت اگر میں گناہ کر بھی لیتا تو آج میں توبہ کر لیتا۔ لیکن جیسے ہی دل میں یہ خیال گزرا تو رونے بیٹھ گئے۔ کہنے لگے، اے رب کریم! جوانی میں تو یہ حالت تھی کہ میں گناہ کا نام سن کر اتار دیا کہ میرے رونے سے وہ عورت نادام ہو کر چلی گئی تھی، اب میرے بال سفید ہو گئے تو کیا میرا دل سیاہ ہو گیا۔ اے اللہ! میں تیرے سامنے کیسے پیش ہوں گا۔ اس بڑھاپے کے اندر جب میرے جسم میں قوت ہی نہیں رہی تو آج میرے دل میں گناہوں کا خیال کیوں پیدا ہوا۔

روتے ہوئے اسی حال میں سو گئے۔ خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔ پوچھا، حکیم ترمذی! تو کیوں روتا ہے؟ عرض کیا، میرے محبوب ﷺ! جب جوانی کا وقت تھا، جب شہوات کا دور تھا، جو قوت کا زمانہ تھا، جب اندھے پن کا وقت تھا، اس وقت تو خشیت کا یہ عالم تھا کہ گناہ کی بات سن کر میں اتار دیا کہ وہ عورت نادام ہو کر چلی گئی۔ لیکن اب جب بڑھاپا آیا ہے تو اے اللہ کے محبوب ﷺ! میرے بال سفید ہو گئے لگتا ہے کہ میرا دل اس قدر سیاہ ہو گیا ہے کہ میں سوچ رہا تھا کہ میں اس عورت کی خواہش پوری کر دیتا اور بعد میں توبہ کر لیتا۔ میں اس لئے آج بہت پریشان ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا ”یہ تیری کمی اور قصور کی بات نہیں، جب تو جوان تھا تو اس زمانے کو میرے زمانے سے قرب کی نسبت تھی۔ ان برکتوں کی وجہ سے تیری کیفیت اتنی اچھی تھی کہ گناہ کی طرف خیال ہی نہ گیا۔ اب تیرا بڑھاپا آ گیا ہے تو میرے زمانے سے دوری ہو گئی ہے اس لئے اب دل میں گناہ کا وسوسہ پیدا ہو گیا۔“

سلف صالحین اور نسبت کا خیال

سلف صالحین نسبتوں کا بڑا اکرام فرماتے تھے۔ اس کی بھی چند مثالیں پیش

خدمت ہیں۔

باسی روٹی کی نسبت :

ایک بزرگ کے سامنے جب بھی دسترخواں پر روٹیاں رکھی جاتیں تو وہ ٹھنڈی روٹی پہلے کھاتے اور گرم روٹی بعد میں۔ کسی نے کہا، حضرت! جب ٹھنڈی اور گرم دونوں قسم کی روٹیاں موجود ہوں تو جی تو چاہتا ہے کہ گرم روٹی پہلے کھائیں کیونکہ ٹھنڈی روٹی تو ٹھنڈی ہو چکی ہوتی ہے اس لئے وہ بعد میں کھانی چاہئے۔ مگر اللہ والوں کی نگاہ کہیں اور ہوتی ہے۔ انہوں نے فرمایا، نہیں یہ ٹھنڈی اور گرم دونوں میرے سامنے ہوتی ہیں، میں ان پر نظر دوڑاتا ہوں اور اپنے دل سے پوچھتا ہوں کہ اے دل! تیرا جی چاہتا ہے کہ گرم روٹی کھا کر لطف اٹھائے مگر سوچ تو سہی کہ ٹھنڈی روٹی پہلے کچی اس لئے اس کو قرب کی نسبت زیادہ حاصل ہے اور گرم روٹی بعد میں کچی اس لئے اس کو دور کی نسبت ہے۔ لہذا میں قرب کی نسبت والی روٹی پہلے کھاتا ہوں اور بعد والی روٹی کو بعد میں کھاتا ہوں۔ اندازہ لگائیے کہ دسترخوان پر بیٹھے ہوئے ان چھوٹی چھوٹی باتوں میں بھی اللہ رب العزت کے محبوب ﷺ سے جو نسبت ہوتی تھی اللہ والے اس نسبت کا بھی خیال فرماتے تھے۔ سبحان اللہ

حضرت عمرؓ کے نزدیک نسبت کا مقام :

سیدنا عمرؓ ابن الخطاب نے اپنے دور خلافت میں اپنے بیٹے عبد اللہ ابن عمرؓ کا مشاہرہ (تنخواہ) کم متعین کیا اور حضرت اسامہؓ بن زیدؓ کا مشاہرہ زیادہ متعین فرمادیا۔ حضرت زیدؓ نبی اکرم ﷺ کے منہ بولے بیٹے تھے۔ جب مشاہرہ متعین ہو گیا تو حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ نے پوچھا، ابا جان! علم و فضل میں اللہ تعالیٰ نے مجھے بڑھا دیا مگر آپ نے اسامہؓ کا مشاہرہ مجھ سے زیادہ متعین فرمایا ہے۔ حضرت عمرؓ نے جواب میں ارشاد فرمایا، بیٹے! اسامہؓ تیری نسبت اللہ کے محبوب ﷺ کو زیادہ پیارا تھا اور اسامہؓ کا باپ تیرے باپ سے زیادہ حضور اکرم ﷺ کو پیارا تھا اس لئے میں نے اسامہؓ کا مشاہرہ زیادہ مقرر کیا ہے۔ اللہ اکبر

نسبت کے احترام سے ولایت ملنے کا واقعہ :

حضرت جنید بغدادیؒ اپنے وقت کے شاہی پہلوان تھے۔ بادشاہ وقت نے اعلان کروا رکھا تھا کہ جو شخص ہمارے پہلوان کو گرائے گا اس کو بہت زیادہ انعام دیا جائیگا۔ سادات کے گھرانے کا ایک آدمی بہت کمزور اور غریب تھا۔ نان شبینہ کو ترستا تھا۔ اس نے سنا کہ وقت کے بادشاہ کی طرف سے اعلان ہو رہا ہے کہ جو ہمارے پہلوان کو گرائے گا ہم اسے اتنا زیادہ انعام دیں گے۔ اس نے سوچا کہ جنید کو رستم زماں کہا جاتا ہے۔ میں اسے گراتو نہیں سکتا مگر میرے گھر میں غربت بہت زیادہ ہے۔ مجھے پریشانی بھی بہت ہے اور سادات میں سے ہوں اس لئے کسی کے آگے جا کر اپنا حال بھی نہیں کھول سکتا، چلو میں مقابلہ کی کوشش تو کرتا ہوں۔ چنانچہ اس نے جنید سے کشتی لڑنے کا اعلان کر دیا۔ وقت کا بادشاہ بہت حیران ہوا کہ اتنے بڑے پہلوان

کے مقابلے میں ایک کمزور سا آدمی۔ بادشاہ نے اس شخص سے کہا کہ تو شکست کھا جائے گا۔ اس نے کہا کہ نہیں میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ چنانچہ مقابلے کیلئے دن متعین کر دیا گیا۔ بادشاہ وقت بھی کشتی دیکھنے کے لئے آیا۔ جب دونوں پہلوانوں نے پنجہ آزمائی شروع کی تو وہ سید صاحب کہتے ہیں، جنید! تو رستم زماں ہے، تیری بڑی عزت ہے، تجھے بادشاہ سے روزینہ ملتا ہے، لیکن دیکھ لے میں سادات میں سے ہوں، غریب ہوں، میرے گھر میں اس وقت پریشانی اور تنگی ہے، آج اگر تو گر جائے گا تو تیری عزت پر وقتی طور پر حرف آئے گا لیکن میری پریشانی دور ہو جائے گی۔ اس کے بعد اس نے کشتی کرنا شروع کر دی۔ جنید حیران تھے کہ اگر چاہتے تو بائیں ہاتھ کے ساتھ اس کو نیچے پٹخ سکتے تھے، مگر اس نے نبی اکرم ﷺ کی قرابت کا واسطہ دیا تھا۔ یہ محبوب ﷺ کی نسبت تھی جس سے جنید کا دل پسچ گیا تھا۔ دل نے فیصلہ کیا کہ جنید! اس وقت عزت کا خیال نہ کرنا، تجھے محبوب ﷺ کے ہاں عزت مل جائے تو تیرے لئے یہی کافی ہے۔ چنانچہ تھوڑی دیر پنجہ آزمائی کی اور اس کے بعد جنید خود ہی چپت ہو گئے اور وہ کمزور آدمی ان کے سینے پر بیٹھ گیا اور کہنے لگا کہ میں نے ان کو گرالیا۔ بادشاہ نے کہا کہ نہیں کوئی وجہ عن گنی ہوگی لہذا دوبارہ کشتی کروائی جائے۔ چنانچہ دوبارہ کشتی ہوئی، جنید خود ہی گر گئے اور اسے اپنے سینے پر بٹھالیا۔ بادشاہ بہت ناراض ہوا، اس نے جنید کو بہت زیادہ لعن طعن کی۔ حتیٰ کہ اس نے کہا کہ جی چاہتا ہے کہ جو توں کا ہار تیرے گلے میں ڈال کر پورے شہر میں پھرا دوں، تو اتنے کمزور آدمی سے ہار گیا۔ آپ نے وقتی ذلت کو برداشت کر لیا۔ گھر آکر بتایا تو بیوی بھی پریشان ہوئی اور باقی اہل خانہ بھی پریشان ہوئے کہ تو نے اپنی عزت کو آج خاک میں ملا دیا۔ مگر جنید کا دل مطمئن تھا۔

رات کو سوئے تو خواب میں اللہ کے محبوب ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔ پ ﷺ نے فرمایا جنید! تو نے ہماری خاطر یہ ذلت برداشت کی ہے، یاد رکھنا کہ ہم نیری عزت کے ڈنکے دنیا میں جادیں گے۔ چنانچہ وہ جنید بغدادی جو ظاہری پہلوان غالب اللہ رب العزت نے اسے روحانی دنیا کا پہلوان بنا دیا۔ آج جہاں بھی تصوف کی بات کی جائے گی جنید بغدادی کا تذکرہ ضرور کیا جائے گا۔

بعض مشائخ کا معمول :

ہمارے بعض مشائخ کا معمول رہا ہے کہ اگر ان کے ہاں کوئی صاحب نسبت بزرگ مہمان آتے تو وہ ان کا کھانا اپنے سر پر اٹھا کر لے جاتے۔ حالانکہ ہاتھوں میں بھی اٹھا کر لے جاسکتے تھے مگر نسبت کے اکرام کی وجہ سے وہ صاحب نسبت بزرگ کا کھانا اپنے سر پر اٹھا کر لے جاتے تھے۔

صاحب نسبت بزرگ کے تحفے کا اکرام :

دو بزرگ صاحب نسبت تھے۔ ان کی آپس میں محبت بہت زیادہ تھی۔ ان میں سے ایک بزرگ دوسرے بزرگ سے ملنے کیلئے گئے۔ سوچا کہ میں ان کے پاس کوئی تحفہ لے جاؤں۔ کیونکہ حدیث پاک میں آیا ہے تھادوا تحابوا تم ایک دوسرے کو ہدیہ دو محبت بڑھے گی۔ چنانچہ سوچا کہ میں کیا لے کر جاؤں کیونکہ کچھ بھی اپنے پاس نہیں تھا۔ مگر دل میں اخلاص تھا۔ اس لئے دل میں خیال آیا کہ جنگل میں سے لکڑیاں کاٹ کر لے جاؤں۔ چنانچہ لکڑیاں کاٹیں، ان کا گٹھا بنایا اور سر پر اٹھا کر لے چلے کہ میں اپنے ایک بھائی کو تحفہ دینے کیلئے جا رہا ہوں۔ جب لکڑیاں وہاں جا کر رکھیں تو انہیں کہا کہ میں آپ کیلئے تحفہ لایا ہوں۔ انہوں نے یہ تحفہ گھر بھجوا دیا اور اپنے اہل خانہ کو

وصیت کی یہ ایک صاحب نسبت بزرگ کا تحفہ ہے۔ جب میں مر جاؤں تو میری میت کے غسل کا پانی ان لکڑیوں سے گرم کیا جائے۔ سبحان اللہ

نسبت کے احترام پر گناہوں کی بخشش :

کعب اہبار وہ صحابی تھے جو علمائے بنی اسرائیل میں سے تھے۔ انہوں نے بعد میں اسلام قبول کر لیا۔ انہیں دو پیغمبروں پر ایمان لانے کی سعادت نصیب ہوئی۔ دنیا میں بھی سعادت ملی اور قیامت کے دن بھی ان کو دو ہر اجر ملے گا۔ وہب بن منبہ ان کا عمل نقل کرتے ہیں کہ جب نماز کا وقت ہوتا تو ان کی کوشش ہوتی تھی کہ وہ آخری صف میں نماز پڑھیں۔ جبکہ دوسرے لوگ دوڑ دوڑ کر پہلی صف میں جاتے کیونکہ پہلی صف کے اجر اور اس کی فضیلت کے بارے میں احادیث میں بتایا گیا ہے۔ ان کے شاگردوں نے جب ان کا یہ عمل دیکھا تو پوچھا، حضرت! دوسرے لوگ تو پہلی صف کیلئے کوشش کرتے ہیں اور آپ پہلی صف کی کوشش نہیں کرتے، کچھلی صف میں ہی کھڑے ہو کر نماز پڑھ لیتے ہیں، اس کی کیا وجہ ہے؟ حضرت کعب نے فرمایا کہ میں نے تورات اور اس کے علاوہ باقی آسمانی کتابوں میں پڑھا ہے کہ امت محمدیہ ﷺ میں سے بعض ایسے ہمدے ہوں گے جو اپنے پروردگار کو اتنے مقبول ہوں گے کہ جہاں کھڑے ہو کر وہ نماز پڑھیں گے ان کے پیچھے اقتداء کرنے والے جتنے ہوں گے اللہ تعالیٰ ان سب کے گناہوں کو معاف فرمادیں گے، اس لئے میں چاہتا ہوں کہ میرے نیک بھائی سب آگے ہوں، ممکن ہے کہ کسی کی برکت سے اللہ تعالیٰ ہم سب کے گناہوں کو معاف فرمادیں گے۔

تصوف کا مقصد :

ایک نسبت تصوف کی بھی ہوتی ہے۔ یہ ایک نور ہے جو سینے میں داخل ہوتا ہے۔ انسان کو یہ نسبت شریعت پر استقامت سے نصیب ہوتی ہے۔ یاد رکھئے کہ تصوف کا مقصد کوئی رنگ دیکھنا نہیں، کوئی کشف حاصل کرنا نہیں، کوئی کرامات حاصل کرنا نہیں، کوئی مقدمے فتح ہونا نہیں، کوئی دعاؤں کا قبول ہونا نہیں، کوئی نمازوں کے اندر خاص کیفیت کا حاصل ہونا نہیں، بلکہ تصوف کا بنیادی مقصد شریعت کے اوپر استقامت کے ساتھ عمل کی توفیق نصیب ہو جانا ہے۔ اسی لئے فرمایا، أَلَا سَتَقَامَةُ فَوْقَ الْكِرَامَةِ استقامت کرامت کے اوپر فائق ہے۔ استقامت کا درجہ کرامت سے بلند ہے۔

نسبت کا مقام

شاہ عبدالعزیز فتح القدیر میں نسبت کی چار قسمیں بیان فرماتے ہیں۔

[1] - نسبت انعکاسی :

پہلی نسبت نسبت انعکاسی کہلاتی ہے۔ یہ سب سے کمزور نسبت ہوتی ہے۔ جب سالک اپنے شیخ کی صحبت میں ہوتا ہے تو شیخ کے قلب کی کیفیات اس کے دل میں منعکس ہو رہی ہوتی ہیں اور آدمی کو دنیا کی محبت کم معلوم ہوتی ہے، اللہ کی محبت غالب معلوم ہوتی ہے، گناہوں کے خیالات کم ہو جاتے ہیں اور نیکی کا جذبہ بڑھ جاتا ہے۔ مگر یہ سب کچھ انعکاسی چیز ہوتی ہے۔ جب شیخ سے ذرا دور ہو گئے تو رفتہ رفتہ یہ کیفیت ٹھنڈی پڑ جاتی ہے۔ اسی لئے سالکین کہتے ہیں کہ جب ہم اجتماع میں آتے ہیں یا

شیخ سے ملنے آتے ہیں تو بڑی عجیب کیفیات ہوتی ہیں لیکن واپس جا کر وہ کیفیت نہیں رہتی۔ اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ شیخ کی موجودگی میں وہ نسبت منعکس ہو رہی ہوتی ہے جس کی وجہ سے انسان کے دل پر اس کے اثرات محسوس ہوتے ہیں۔

اس نسبت کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی آگ کے پاس بیٹھے تو اس کو گرمی محسوس ہوتی ہے لیکن جب آگ کے قریب سے اٹھ کر چلا جائے تو پھر اس کی وہ گرمی آہستہ آہستہ زائل ہو جاتی ہے۔ اس لئے کہ وہ گرمی اپنی نہیں ہوتی بلکہ وہ وقتی ہوتی ہے جو دور ہو جاتی ہے۔

اسی طرح اگر کسی نے عطر لگایا ہو تو جو آدمی پاس بیٹھ جائے وہ جب تک بیٹھا رہے گا اس کو عطر کی خوشبو ملتی رہے گی اور جب دور چلا جائے گا تو وہ خوشبو بھی آنا بند ہو جائے گی۔ یہ نسبت انعکاسی کہلاتی ہے۔

[2] - نسبت القائی :

دوسری قسم کی نسبت کو نسبت القائی کہتے ہیں۔ یہ ایسی نسبت ہے کہ جس کے حصول کیلئے سالک شیخ کی صحبت میں اتنا وقت گزارتا ہے کہ اس نسبت کی کچھ برکات سالک کے دل کے اندر جم جاتی ہیں اور اس کے دل کا حصہ بن جاتی ہیں۔

اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کہیں آگ جل رہی ہو اور ایک آدمی اس سے اپنا چراغ جلا لے تو اب چراغ جلانے والے کے اپنے پاس بھی آگ آگئی۔ اب یہ چاہے تو اس سے اندھیرے میں بھی روشنی کا کام لے سکتا ہے لیکن یہ نسبت بھی کمزور ہے۔ کیونکہ اسے چراغ کی بتنی اور تیل کا بھی خیال رکھنا پڑے گا اور ہوا کے جھونکوں سے بھی چھانا پڑے گا۔ ورنہ بتنی کسی وقت بھی گل ہو سکتی ہے۔ اس لئے یہ نسبت بھی کمزور ہے۔

3- نسبت اصلاحی :

تیسری قسم کی نسبت کو نسبت اصلاحی کہتے ہیں۔ یہ وہ نسبت ہے جو سالک کو اپنے شیخ کی صحبت میں بہت عرصہ رہنے کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ سالک اس نسبت کے حصول کیلئے اپنے آپ کو شیخ کے سامنے اس طرح پیش کر دیتا ہے **كَمَا لَمَّيْتَ بَيْنَ يَدَيِ الْغُسَّالِ** جیسے کوئی میت غسل دینے والے کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ شیخ اس پر جو چاہے روک ٹوک کرے، زجر و توبیخ کرے، اس کے اوپر سختی کرے، مجاہدہ کروائے۔ یہ کرتا چلا جاتا ہے، ریاضت کی بھٹنی میں پکتا چلا جاتا ہے حتیٰ کہ کندن بن جاتا ہے۔ اس کے بعد جو نسبت اس کو حاصل ہوتی ہے اسے نسبت اصلاحی کہتے ہیں۔

اس کی مثال ایسے ہے کہ جیسے کوئی دریا سے ایک نہر نکال کر اپنے باغ میں لے آئے۔ اب اس کو پانی مل گیا۔ یہ جاری پانی کہلاتا ہے۔ اگر اس کے اندر چھوٹی موٹی کوئی نجاست بھی ہے تو یہ جاری پانی اس کی نجاست کو دھو ڈالے گا اور اگر کوئی تنکا بھی ہو تو یہ اس تنکے کو بھی بہا لے جائے گا۔ یہ نسبت اللہ رب العزت کے ہاں مقبول ہوتی ہے۔ اس نسبت کی برکت سے ایسے حضرات صغائر پر اصرار نہیں کرتے اس لئے کہ صغیرہ گناہوں پر اصرار کرنے سے وہ گناہ کبیرہ بن جایا کرتے ہیں۔

نسبت اصلاحی کی برکات

نسبت اصلاحی کی بہت زیادہ برکات ہیں۔ اس سے انسان کے اندر سے "میں" نکل جاتی ہے اور رذائل کی جگہ اخلاق حمیدہ پیدا ہو جاتے ہیں۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ میں عاجزی :

حضرت گنگوہیؒ نے حضرت حاجی ادا اللہ مہاجر مکیؒ کی خدمت میں وقت

گزارا۔ حضرت حاجی صاحب نے ان کی خوب اصلاح فرمائی۔ حتیٰ کہ ان کو اپنے پاس رکھ کر ان کے اندر نسبت سلسلہ عالیہ چشتیہ القاء فرمائی۔

حضرت حاجی صاحب ایک مرتبہ دسترخوان پر بیٹھے۔ حضرت گنگوہیؒ اور حضرت فضل الرحمن گنج مراد آبادیؒ بھی ساتھ تھے۔ حضرت حاجی صاحب نے ایک پلیٹ میں وال ڈال دی۔ اور ایک روٹی حضرت گنگوہی کے ہاتھ میں پکڑادی اور فرمایا کہ وہاں پیچھے دسترخوان کے کونے میں بیٹھ کر کھاؤ۔ اور خود دسترخوان پر پڑی طرح طرح کی نعمتیں کھانا شروع کر دیں۔ آج کا کوئی مرید ہوتا تو پیر سے بدظن ہو جاتا کہ اس پیر کو تو مساوات ہی نہیں آتی، اس پیر کو تو آداب معاشرت نہیں آتے، اس پیر کو تو شریعت کا پتہ ہی نہیں ہے، یہ بندے کو بندہ ہی نہیں سمجھتا، اس کے اندر تو تکبر ہے، اس کے اندر عجب ہے، اس کے اندر دنیا کی محبت ہے۔ معلوم نہیں کیا کیا فتوے لگ جاتے۔ مگر وہ کامل تھے، طالب صادق تھے۔ وہ جانتے تھے کہ اس میں کوئی حکمت ہوگی۔ لہذا آرام سے بیٹھ کر کھانا شروع کر دیا۔ ادھر حضرت حاجی صاحب اپنے کھانے میں تو بریانی اور بوٹیاں کھا رہے ہیں اور ادھر وال دی ہوئی تھی۔ تھوڑی دیر کھانا کھاتے رہے۔ تھوڑی دیر کے بعد کہا، میاں رشید احمد! جی تو یہ چاہتا تھا کہ تجھے ادھر جو توں پر بٹھا دیتا کہ وہاں بیٹھ کر کھانا کھاؤ، مگر تم پر احسان کیا کہ تمہیں اپنے دسترخوان کے کونے پر بٹھالیا۔ یہ کہنے کے بعد حضرت حاجی صاحب نے ان کی طرف دیکھا۔ حضرت گنگوہیؒ نے مسکرا کر کہا، حضرت! میری اوقات تو یہی ہے کہ میں جو توں میں بیٹھنے کے بھی قابل نہ تھا، آپ نے احسان فرمایا کہ اپنے دسترخوان کے کونے پر بٹھالیا۔ جب حضرت حاجی صاحب نے دیکھا کہ ایسی بات کو سن کر نفس بھڑکا

ہں چمکا نہیں بلکہ عاجزی کا بول نکالا ہے تو فرمایا الحمد للہ اب کام بن گیا ہے۔ اس خان کے بعد حضرت حاجی صاحب نے ان کو نسبت القاء کر دی۔

س کا اثر دھا کیسے مرا؟

کئی اور مشائخ نے بھی اسی طرح اپنے مریدین کے امتحان لئے۔ ایک شیخ نے اپنے کسی نوکر سے کہا کہ فلاں آدمی کے پاس سے گزرو اور کوئی گندگی لے کر اس کے قریب سے گزرو اور دیکھنا کہ اس کی حالت کیا ہوتی ہے۔ جب وہ آدمی قریب سے گزرا تو وہ صوفی صاحب ناک منہ چڑھا کر کہنے لگے کہ تمہیں نظر نہیں آتا کہ میں بھی بیٹھا ہوا ہوں۔ شیخ کو پتہ چلا تو فرمایا کہ ابھی کام باقی ہے۔ کچھ عرصہ کے بعد پھر وہ گندگی لے کر قریب سے گزرا۔ اب یہ خاموشی کے ساتھ بیٹھے رہے۔ اس نے آکر کیفیت بتائی۔ حضرت نے فرمایا، پہلے سے کچھ بہتری ہو گئی ہے مگر اب یوں کرنا کہ جب اس کے قریب سے گزرو تو کچھ گندگی اس کے اوپر گرا دینا اور پھر دیکھنا کہ یہ کیا کہتا ہے۔ انہوں نے قریب سے گزرتے ہوئے گندگی اوپر گرا دی۔ صوفی صاحب نے ان کو غصے کی نظر سے دیکھا اور کہا تجھے نظر نہیں آتا کہ کوئی بیٹھا ہوا بھی ہے یا نہیں۔ اس نے جا کر بتا دیا۔ حضرت نے فرمایا، ہاں ابھی نفس کا اثر دھا مرا نہیں۔ چنانچہ کچھ عرصہ اور محنت کروائی۔ پھر فرمایا، آئندہ ساری گندگی اس کے اوپر ڈال کر دیکھنا۔ چنانچہ اس نے قریب سے گزرتے ہوئے اس طرح گندگی گرائی کہ صوفی صاحب پر بھی گری۔ وہ صوفی صاحب کھڑے ہو کر اس کے کپڑوں سے گندگی صاف کرنے لگے اور کہنے لگے کہ آپ کو کہیں چوٹ تو نہیں لگی۔ اس نے جا کر یہی بات بتا دی۔ شیخ نے کہا، الحمد للہ اب نفس کا اثر دھا مرا گیا ہے۔ 'میں' مٹ چکی ہے، اب اللہ تعالیٰ نے ان کے اندر عاجزی اور انکساری پیدا فرمادی ہے۔ لہذا ان کو اجازت و خلافت عطا فرمادی۔ ایسی

محنت جس کو کروانے کے بعد شیخ کسی سے امتحان لے اور امتحان میں وہ پورا ہو، اس نسبت اصلاحی کہتے ہیں۔
ایک عجیب مثال :-

ایک بزرگ نے کسی کو خلافت دینے سے پہلے کہا کہ جاؤ یہ مرغی کسی ایسی جگہ ذبح کر کے لاؤ جہاں کوئی نہ دیکھ رہا ہو۔ کئی اور مریدوں سے بھی کہا۔ سب لوگ مرغیاں ذبح کرنے چلے گئے۔ کسی نے درخت کی اوٹ میں ذبح کی، کسی نے دیوار کی اوٹ میں ذبح کی۔ سب ذبح کر کے لے آئے۔ لیکن جن کو خلافت دینا تھی وہ جب ،اپس آئے تو رو رہے تھے۔ حضرت نے پوچھا، روتے کیوں ہو؟ آپ کے ہاتھ میں تو مرغی ویسے ہی ہے؟ ہنسنے لگے، حضرت! آپ نے حکم دیا تھا مگر میں اس پر عمل نہیں کر سکا۔ پوچھا، کیوں عمل نہیں کیا؟ کہنے لگے، حضرت! آپ نے یہ حکم دیا تھا کہ اس کو ایسی جگہ ذبح کروں جہاں کوئی نہ دیکھتا ہو، لیکن میں جہاں بھی گیا میرا رب مجھے دیکھتا تھا، اس لئے میں اس کو کیسے ذبح کر سکتا تھا۔ فرمایا الحمد للہ، اسی معیت کی کیفیت کا تو امتحان لینا تھا۔ اس کے بعد ان کو نسبت عطا فرمادی۔

مرید کا امتحان لینے کا مقصد :

اللہ رب العزت نے مشائخ کو باطنی فراست دی ہوئی ہوتی ہے۔ وہ وقتاً فوقتاً سالک کا امتحان لیتے رہتے ہیں۔ بعض اوقات سالک کو پتہ ہی نہیں ہوتا کہ کسی بات میں امتحان بھی ہو رہا ہے یا نہیں۔ وہ بے پرواہی میں اپنا وقت گزار رہا ہوتا ہے۔ اس بات کی طرف بے دھیانی ہوتی ہے۔ مگر شیخ دیکھ رہے ہوتے ہیں کہ نفس کے اندر کیا حالت ہے، نفس کا اثر دھامرا ہے یا نہیں، 'میں' مٹ گئی ہے یا نہیں۔ جب دل کا برتن

صاف ہو جاتا ہے اور 'میں' مٹ جاتی ہے تو پھر مشائخ نسبت کا نور اس کے دل میں القاء فرمادیتے ہیں۔ یہ نسبت زیادہ مکمل ہوتی ہے۔

4- نسبت اتحادی :

نسبت کی ایک چوتھی قسم نسبت اتحادی ہے۔ یہ نسبت سب سے کامل ترین نسبت ہے۔ یہ نسبت شیخ کی محبت سے ملتی ہے۔ شیخ کے ساتھ ایسی محبت ہو جائے کہ دل سے آواز نکلے

من تو شدم تو من شد یمن تن شدم تو جاں شدی

تا کس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

جب شیخ کے ساتھ محبت کی یہ کیفیت ہو جاتی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ شیخ کی نسبت کو دل کے اندر القاء فرمادیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کو شیخ کے کمالات اس طرح عطا فرمادیتے ہیں کہ وہ سالک شیخ کا نمونہ بن جایا کرتا ہے۔ لوگ اس سالک کو دیکھتے ہیں تو نہیں انکا شیخ یاد آجاتا ہے۔ اس کا چلنا پھرنا، رفتار گفتار، بیٹھنا اٹھنا حتیٰ کہ اس کا سب کچھ اس کے شیخ کی طرح ہو جاتا ہے۔ اس کو نسبت اتحادی کہتے ہیں۔

اس نسبت کی مثالیں تو بہت ہیں لیکن سب سے بڑی مثال سیدنا صدیق اکبرؓ کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو نسبت اتحادی عطا کی تھی۔ ان کو یہ نسبت رسول اللہ ﷺ سے ملی۔

سیدنا صدیق اکبرؓ کی نسبت اتحادی کے دلائل

سیدنا صدیق اکبرؓ ہمارے سلسلہ عالیہ کے سرخیل امام ہیں لہذا ان کے بارے میں

چند باتیں گوش ہوش سے سنیں۔

دلیل نمبر 1 :

حضرت ابو بکرؓ کے دل میں نبی اکرم ﷺ کی بے پناہ محبت تھی۔ ایک محفل میں اللہ کے محبوب ﷺ نے فرمایا کہ مجھے تین چیزیں محبوب ہیں۔ جب سیدنا صدیق اکبرؓ نے سنا تو تڑپ کر بولے، اے اللہ کے محبوب ﷺ! مجھے بھی تین چیزیں محبوب ہیں آپ ﷺ نے فرمایا، کونسی؟ عرض کیا، اے اللہ کے محبوب ﷺ! ایک آپ ﷺ کے چہرے انور کو دیکھتے رہنا اور دوسرا آپ ﷺ پر اپنا مال خرچ کرنا اور تیسرا یہ میری بیٹی آپ کے نکاح میں ہے۔ سبحان اللہ، انہوں نے تین باتیں کہیں ا دیکھیں تو سہی کہ تینوں کام مرکز اور محور محبوب ﷺ کی ذات اقدس من رہی ہے مرشد کی ذات من رہی ہے۔ محبت شیخ کا اس سے اعلیٰ کوئی اور مقام نہیں ہو سکتا جو یہ صدیق اکبرؓ کو نصیب تھا۔ عشق رسول ﷺ کی وجہ سے ہی اللہ رب العزت نے ان نسبت اتحادی نصیب فرمائی تھی۔

دلیل نمبر 2 :

حدیث پاک میں آیا ہے کہ اللہ کے محبوب ﷺ نے فرمایا مَا صَبَّ اللَّهُ صَدْرِي شَيْئًا اللَّهُ فِي مِرِّي سِوَى كَبْشِ ذِي الْإِلَهِ وَقَدْ صَبَّبْتُهُ فِي صَدْرِي أَبِي بَكْرٍ مِمَّنْ فِي مِرِّي كَبْشِ ذِي الْإِلَهِ دِيَا هِي۔ یہ نسبت اتحادی دوسری دلیل ہے۔

دلیل نمبر 3 :

سیدنا عمر ابن الخطابؓ نے ایک دفعہ خواب میں دیکھا کہ حضور نبی کریم ﷺ

بارش ہو رہی ہے۔ آپ ﷺ کے جہاں قدم مبارک ہیں وہاں ابو بکر صدیقؓ کا سر ہے۔ بارش کا جو پانی نبی اکرم ﷺ پر آ رہا ہے وہ سارے کا سارا ابو بکر صدیقؓ پر آ رہا ہے۔ حضرت عمرؓ نے اپنے آپ کو بھی قریب کھڑے دیکھا۔ عمر ابن الخطاب کہتے ہیں کہ ابو بکر صدیقؓ سے چھینٹے اڑ کر میرے اوپر پڑ رہے ہیں اور میں بھی بھگتا چلا جا رہا ہوں۔ صبح اٹھے اور نبی اکرم ﷺ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو کر عرض کیا، اے اللہ کے محبوب ﷺ! میں نے رات خواب میں یہ چیزیں دیکھی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا، عمر! یہ علوم نبوت تھے جو بارش کی طرح میرے اوپر برس رہے تھے، صدیقؓ کو چونکہ میرے ساتھ کمال مناسبت نصیب ہے اس لئے وہ مجھ سے سب سے زیادہ کمالات پارہا ہے اور اس کے ساتھ مناسبت کی وجہ سے تم بھی ان علوم کو حاصل کر رہے ہو۔ کمالات نبوت سب سے زیادہ سیدنا صدیق اکبرؓ نے حاصل کئے۔ اور علوم ولایت کو حضرت علیؓ نے سب سے زیادہ حاصل کیا۔ یہ کمالات نبوت نسبت اتحادی کی تیسری دلیل ہیں۔

دلیل نمبر 4:

ایک مرتبہ چودہ سو صحابہ کرامؓ حضور اکرم ﷺ کے ہمراہ عمرہ کی نیت سے مدینہ منورہ سے چلے۔ مکہ مکرمہ کے قریب پہنچ کر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کفار سے صلح کیلئے بات طے کر دی اور صحابہؓ سے فرمادیا کہ احرام کھول دو، ہدی کے جانوروں کو ذبح کر دو اور تم واپس چلو۔ صحابہ کرامؓ حیران ہوئے کہ ہم تو دل میں عمرہ کرنے کی تمنا لے کر چلے تھے، ہم کیسے واپس جائیں۔ صحابہ کرامؓ کو حیرانی اس بات پر ہوئی کہ ایک طرف تو ظاہر اللہ کے محبوب ﷺ اتنا دب کر صلح کر رہے ہیں اور دوسری طرف آیتیں اتر رہی ہیں کہ یہ فتح مبین ہے۔ اس وقت عمر ابن الخطابؓ نبی کریم ﷺ

کے پاس پہنچے اور عرض کیا، اے اللہ کے محبوب ﷺ! ہم نے ان کفار کی سب شرائط مان لیں اور اپنی سب شرائط چھوڑ دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا، عمر! اللہ رب العزت نے ہمیں فتح مبین عطا فرمادی ہے۔ حضرت عمر ابن الخطابؓ خاموشی سے واپس آگئے۔ واپس آکر حضرت ابو بکر صدیقؓ سے کہا، ابو بکر! کیا ایسا نہیں ہے کہ ہم نے ان کی سب شرائط مان لیں حالانکہ اللہ نے اسلام کو عزت دی ہے مگر ہم تودب کر صلح کر رہے ہیں۔ ابو بکر صدیقؓ نے بھی وہی الفاظ ادا کئے۔ فرمایا، عمر! تمہاری آنکھ دیکھ رہی ہے کہ ہم نے دب کر صلح کی ہے مگر میرے مالک کا فرمان ہے کہ یہ فتح مبین ہے۔ سبحان اللہ، صحابہ کرامؓ میں سے ایک ابو بکر صدیقؓ کی ذات ہی ایسی تھی جس نے اس کو اس وقت فتح مبین سمجھ لیا تھا جب باقی صحابہؓ کو یہ بات تھوڑی دیر کیلئے سمجھ میں نہ آئی تھی۔ جب نبی اکرم ﷺ نے جانور ذبح کیا اور اپنا احرام مبارک اتارا تو باقی صحابہؓ کا بھی شرح صدر ہو گیا۔ مگر سیدنا صدیق اکبرؓ کا شرح صدر محبوب ﷺ کے قول مبارک سے ہی ہو گیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ ان کو نسبت اتحادی نصیب تھی۔

دلیل نمبر 5 :

ہجرت کے موقع پر نبی اکرم ﷺ صدیق اکبرؓ کو لے کر مدینہ طیبہ پہنچتے ہیں۔ اہل مدینہ کے دید و دانش رکھنے والے لوگ سامنے کھڑے دیکھ رہے ہیں کہ مہمان آ رہے ہیں۔ انہوں نے اس وقت سیدنا صدیق اکبرؓ کو اللہ کا پیغمبر سمجھ کر سلام کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ صدیق اکبرؓ مصافحہ کرتے رہے تاکہ میرے محبوب ﷺ کی تھکاوٹ میں مزید اضافہ نہ ہو۔ جب سب حضرات مصافحہ کر کے بیٹھ چکے اس وقت سورج نکل آیا۔ اس وقت لوگوں نے دیکھا کہ جس کو وہ نبی اکرم ﷺ سمجھ رہے تھے انہوں نے اپنی چادر اٹھائی اور اپنے ساتھ کے سر پر بھجادی۔ دنیا کو پھر پتہ چلا کہ تابع

کون ہے اور متبوع کون ہے، نبی کون ہے اور امتی کون ہے۔ قربان جائیں صدیق اکبرؓ، آپ کی اتباع سنت پر کہ آپ کے سامنے اتنے لوگ موجود تھے مگر وہ آقا اور غلام میں فرق نہ کر سکے۔ گفتار میں، کردار میں، رفتار میں، اور لباس میں اتنی مشابہت تھی، نقل اپنے آپ کو اصل کے اتنا قریب کر چکی تھی کہ کسی کو فرق کا پتہ ہی نہ چلا۔
دلیل نمبر 6:

جب نبی اکرم ﷺ پر پہلی وحی نازل ہوئی اور آپ ﷺ اپنے گھر تشریف لائے اور اپنی زوجہ محترمہ سے ارشاد فرمایا زَمَلُونِي زَمَلُونِي مجھے کمبل اوڑھادو، مجھے کمبل اوڑھادو۔ اس وقت آپ ﷺ پریشان تھے کہ کہیں میں ہلاک نہ ہو جاؤں۔ فرمایا، اِنِّي خَشِيْتُ عَلٰی نَفْسِي (مجھے اپنی جان کا خوف ہے)۔ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ نے یہ سنتے ہی فرمایا کَلَّا ہرگز نہیں۔ واللہ، اللہ کی قسم اِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ آپ تو صلہ رحمی کرنے والے ہیں وَ تَحْمِلُ الْكَلَّ آپ بے سہاروں کا سہارا بننے والے ہیں۔ وَ تَكْسِبُ الْمَعْدُومَ اور جن کے پاس کچھ نہ ہو ان کو کما کر دینے والے ہیں۔ وَ نَقْرِيءُ الضَّيْفَ آپ مہمان نوازی کرنے والے ہیں۔ وَ تُعِينُ عَلٰی نَوَائِبِ الْحَقِّ اور اچھی باتوں پر آپ مدد کرنے والے ہیں۔ اس طرح حضرت خدیجۃ الکبریٰ نے اپنے آقا کی پانچ صفتیں گنوائیں اور عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ضائع نہیں کریں گے۔

کتابوں میں لکھا ہے کہ جب حضرت ابو بکر صدیقؓ کی وفات ہوئی تو آپ کی وفات کے کچھ عرصہ بعد آپ کے غلام کو ایک صاحب ملے۔ انہوں نے کہا کہ تو ہمیں ذرا اپنے آقا کے بارے میں تو بتادے کہ تیرے آقا کیسے تھے؟ کیونکہ تو نے ان کی خدمت کیا، تو ان کے ساتھ دن رات اکٹھا رہا اور تو نے ان کے ساتھ زندگی کا بیشتر وقت

اکٹھے گزارا۔ ذرا ان کا نقشہ تو کھینچ دیجئے؟ اس غلام نے جواب دیا اِنَّهُ لَيَصِلُ الرَّحِمَ وہ تو صلہ رحمی کرنے والے تھے، وَ يَحْمِلُ الْكَلَّ اور وہ بے سہاروں کا سہارا بننے والے تھے اور مہمان نوازی کرنے والے تھے اور نیک باتوں پر لوگوں کی مدد کرنے والے تھے۔ سبحان اللہ، وہی پانچ صفتیں گنوائیں جو حضرت خدیجہؓ نے اپنے آقا ﷺ کی گنوائی تھیں۔ اس لئے کہ نسبت اتحادی نصیب تھی۔

نسبت اتحادی سے ایمان میں وزن :

اس نسبت اتحادی سے اللہ رب العزت نے ابو بکرؓ کو وہ مقام عطا فرما دیا کہ میرے محبوب ﷺ نے ارشاد فرمایا لَوْ اِتَّزَنَ اِيْمَانُ اَبِي بَكْرٍ مَّعَ اِيْمَانِ اُمَّتِي لَرَجِحَ كَهْ اِگر میری پوری امت کے ایمان کو ابو بکر کے ایمان کے ساتھ تولاجائے تو ابو بکر کا ایمان بڑھ جائے۔

ایک علمی نکتہ :

یہاں پر ایک علمی نکتہ بھی یہ عاجز عرض کرتا چلا جائے۔ بعض اوقات طلباء کے ذہن میں ایک اشکال آتا ہے کہ اللہ کے محبوب ﷺ نے فرمایا لَوْ كَانَ بَعْدِي نَبِيٌّ اِكر میرے بعد کوئی نبی آتا ہوتا لكانَ عُمُرُوه نبي عمر ہوتے۔ نبی اکرم ﷺ نے یہاں سیدنا صدیق اکبرؓ کا نام کیوں نہیں لیا؟ کیونکہ ان کی فضیلت بہت زیادہ ہے اور درجہ بھی بلند ہے۔ حضرت مولانا یعقوب نانوتویؒ جو دارالعلوم دیوبند کے بڑے اساتذہ میں سے تھے انہوں نے اس اشکال کو بڑی اچھی طرح واضح فرما دیا۔ وہ فرماتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا لَوْ كَانَ بَعْدِي نَبِيٌّ اِگر کوئی میرے بعد نبی آ ہوتا۔“ فرمایا کہ بعد کا لفظ غیر کیلئے استعمال ہوتا ہے، دوسرے کے لئے استعمال ہو

ہے جبکہ ابو بکرؓ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کے ساتھ معیت عطا فرمادی تھی۔ وہ تو اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا کے مصداق ایسے مقام معیت میں داخل ہو چکے تھے کہ جدائی ممکن ہی نہیں تھی اس لئے بعدی کا لفظ ان کے اوپر آہی نہیں سکتا تھا۔ میرے محبوب ﷺ نے فرمایا لَوْ كَانَ بَعْدِي نَبِيٌّ تُوِجِّرُ بَعْدِي فِيهِ تُوَعْمَرُ هِيَ كَانُ مَبْرُورًا تُوِجِّرُ۔

نسبت حاصل کرنے کے ذرائع :

محترم جماعت! نسبت کا حاصل کرنا آسان ہے اگر اس سلسلہ میں تین کاموں کا خیال رکھا جائے، ایک یہ کہ انسان بھوکا رہے، جتنا پیٹ بھر کر کھائے گا اتنی ہی غفلت زیادہ ہوگی۔ اور آج تو سارا فتور اسی پیٹ بھر کر کھانے کا ہے۔ تصوف کے ذکر و مراقبے اسی لئے اثر نہیں کرتے کہ ڈکار مار کر کھانے کی عادت ہوتی ہے، ڈٹ کر کھاتے ہیں اور جم کر سوتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ حضرت! اثرات ہی نہیں ہوتے۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ جو آدمی دن میں دو وقت کھانا کھائے اسے بھوک کا پتہ ہی نہیں کہ بھوک کیا ہوتی ہے۔ فتاویٰ تاتارخانیہ میں لکھا ہے کہ اگر پیٹ بھرا شخص کسی کو نصیحت کرے تو اس کی نصیحت کا اثر نہیں ہوتا اور اگر پیٹ بھرے شخص کو نصیحت کی جائے تو اس پر نصیحت کا اثر نہیں ہوگا۔

دوسری بات یہ کہ انسان معاصی (گناہوں) سے چھنے کی کوشش کرے۔ یاد رکھنا کہ نیکی کرنا آسان ہوتا ہے مگر گناہ سے چھنا مشکل کام ہوتا ہے۔ آپ ذکر و مراقبہ کئی کئی گھنٹے نہ کیجئے مگر گناہوں سے چھنے کی کوشش کیجئے۔ جتنا گناہوں سے چھیلے گئے نسبت کا راستہ اتنا ہی زیادہ ہموار ہو جائے گا۔ اور تیسری بات یہ کہ کسی کو تکلیف نہ دیجئے۔ ان تین باتوں کو پورے اجتماع کا نچوڑ سمجھ لیجئے۔ جو آدمی ان تین باتوں کا خیال رکھتا ہے اس کیلئے نسبت کا حاصل کرنا بہت ہی آسان ہو جاتا ہے۔

اسم اعظم کی حفاظت :

محترم جماعت! نسبت کے حصول کیلئے اپنے سینوں کو پاک کر لیجئے۔ ایک صاحب اسم اعظم سیکھنا چاہتے تھے۔ لہذا اس نے اپنے شیخ سے کہا، حضرت! مجھے اسم اعظم سکھا دیجئے۔ شیخ نے ان کو ایک برتن میں کوئی چیز بند کر کے دی اور فرمایا کہ اسے فلاں جگہ پہنچا دو مگر تم اسے کھول کر نہ دیکھنا۔ وہ برتن لے کر چلا گیا۔ راستے میں اسے خیال آیا کہ دیکھ لیتا ہوں اس میں کیا کچھ ہے۔ جب کھولا تو دیکھا کہ اس میں چوہا تھا۔ جیسے ہی اس نے ڈھکنا اتارا وہ بھاگ گیا۔ جب وہاں برتن پہنچایا تو وہ خالی تھا۔ شیخ نے پوچھا، کیا بنا؟ کہنے لگے، حضرت! میں نے تو صرف برتن دیکھنے کی کوشش کی تھی۔ یہ سن کر شیخ نے فرمایا، جب تم ایک چھوٹی سی چیز کی حفاظت نہیں کر سکتے تو اسم اعظم کی حفاظت کیسے کرو گے؟

پس مشائخ کرام نسبت کا نور بھی اس آدمی کے دل میں القاء فرماتے ہیں جو اس کی حفاظت کرنے اور لاج رکھنے کے قابل ہو۔

نسبت کیلئے برتن کی صفائی :

محترم جماعت! ہر ہمدہ چاہتا ہے کہ مجھے نسبت ملے مگر اس نسبت کے لئے برتن تو صاف کر لو۔ اگر آپ کے ہاتھ میں کوئی نجاست لگا ہو اپنا لادے کر کہے کہ جی مجھے اس میں دودھ ڈال دیجئے تو یقیناً آپ کی غیرت اس بات کو گوارا نہیں کرے گی کہ اسے ناپاک برتن میں آپ دودھ ڈالیں۔ آپ کہیں گے کہ یہ آداب کے خلاف ہے۔ جس طرح نجاست والے برتن میں دودھ نہیں ڈال سکتے بالکل اسی طرح گناہوں والے سینے میں نسبتوں کو القاء نہیں کر سکتے۔ دل کے اندر پہلے طلب پیدا کرنا پڑتی ہے پھر

لہذا رب العزت مہربانی فرمادیتے ہیں۔ اللہ رب العزت کی رحمت جوش میں آتی ہے اور انسان کے دل کے برتن کو بھر دیا کرتی ہے۔ یاد رکھئے کہ جس گھر کے اندر کوئی تصویر لگی ہوئی ہو اس گھر کے اندر رحمت کا کوئی فرشتہ نہیں آتا، جس دل میں کسی غیر کی تصویر ہو بھلا اس دل کے اندر رحمت کے فرشتے کیسے آئیں گے۔ اس لئے دلوں کو اک کر لیجئے۔ آپ کا کام دلوں کو صاف کرنا ہے اور رب کریم کا کام نسبت کو القاء دینا ہے۔

شیخ ڈاکیے کی مانند ہوتا ہے :

اگر آپ سینہ صاف کر لیں گے تو آپ کے شیخ نسبت القاء کرنے سے رک نہیں بکس گے۔ اور اگر کوئی شیخ کسی کو اس کا اہل پانے کے باوجود نسبت القاء نہیں کرے گا تو اس شیخ کی اپنی نسبت سلب کر لی جائے گی۔ کتنی بار ایسا ہوا کہ بعض مشائخ نے اشارہ کرنے پر بھی آگے نسبت منتقل نہ کی تو ان کو خواب میں بتایا گیا کہ یہ امانت ہے ہمارے گھر کی کوئی چیز نہیں ان اللہ یا مَرُكُمْ اَنْ تُوَدُّوا الْاَمَانَاتِ اِلٰی اٰهْلِهَا اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم امانتوں کو ان کے اہل کے سپرد کر دو۔ لہذا یہ نسبت ایک امانت ہے اور شیخ ڈاکیے کی مانند ہوتا ہے۔ آپ نے اپنے دل کو محنت، طلب، اجزی، انکساری اور للہیت سے صاف کرنا ہے، پھر اللہ تعالیٰ شیخ کے دل میں وہ کیفیت ڈال دیتے ہیں جس سے بندے کے سینے میں نسبت کا القاء ہو جاتا ہے۔ اس سے سینے روشن ہو جاتے ہیں اور پوری دنیا اس کی برکتیں دیکھتی ہے۔

حکماء فکر یہ :

آج نسبت کے طلبگار تو کئی ہیں مگر نسبت کیلئے سینوں کو تیار کرنے والے بہت

تھوڑے ہوتے ہیں۔ پوری دنیا میں پھر کر دیکھئے آپ کو کوئی بدہ بھی اس طرح کا نظر نہیں آئے گا۔ سب میں خواہش پرستی، نفس پرستی، اور ہوا پرستی رہ گئی ہے اور خدا پرستی سے غافل ہو کر دنیا کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔

ہوں کو توڑتے تخیل کے ہوں کہ پتھر کے

جب تک ان ہوں کو نہیں توڑیں گے اس وقت تک نسبت کا نور نصیب نہیں ہوگا۔ آج تو جن دلوں پر بھی نظر ڈالی جاتی ہے وہاں دنیا بھری نظر آتی ہے، وہاں دنیا جھی ہوئی نظر آتی ہے۔ میرے پیر و مرشد حضرت مرشد عالم فرمایا کرتے تھے۔

حال دل جس سے میں کہتا کوئی ایسا نہ ملا

بت کے بدے تو ملے اللہ کا بدہ نہ ملا

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی نسبت کا نور عطا فرمادے تاکہ ہماری آخرت ٹھیک ہو

جائے۔ (آمین ثم آمین)

وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

